حرف و سخن
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

# لکھنوی تہذیب کے نمایندہ ناول
## (''اُمراؤ جان ادا'' اور ''خواب سراب'')

# Representative of The culture of Lakhnao
## ("Umrao Jan Ada" and" Khawab Sarab")

**Rimsha Kanwal** *[1]
M.Phil Scholar, Department of Urdu,GC University Faisalabad.
**Dr.Abdul Aziz Malik***[2]
Assistant Professor , Department of Urdu,GC University Faisalabad.
**Dr.Rabia Sarfraz***[3]
Associate Professor, Department of Urdu, GC University Faisalabad

**1۔ رمشا کنول**
ایم فل سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
**2۔ ڈاکٹر عبدالعزیز ملک**
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
**3۔ ڈاکٹر رابعہ سرفراز**
ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

*ABSTRACT: Umrao Jan Ada and Khawab Sarab are indeed representative of the Lucknavi (Lakhnavi) civilization, which was known for its rich cultural heritage, literary traditions, and poetic excellence.Umrao Jan Ada is a classic Urdu novel written by Mirza Hadi Ruswa, published in 1899. The novel is set in Lucknow and revolves around the life of a courtesan, Umrao Jan Ada, and her experiences in the city's elite circles. The novel is a masterpiece of Urdu literature and offers insights into the social and cultural norms of Lucknow during the 19th century.*
*"Khawab Sarab" by Anees Ishfaq is a beautiful representation of Lakhnavi culture! "Khawab Sarab" is an Urdu novel that explores the rich cultural heritage and traditions of Lakhnao, a region in Punjab, Pakistan. Anees Ishfaq's work is a testament to the beauty of Lakhnavi culture, and "Khawab Sarab" is a must-read for anyone interested in exploring the history and traditions of this fascinating region.*
*Lakhvi culture is known for its vibrant folk music, colorful festivals, and warm hospitality. The region has a rich history, and its cultural heritage is deeply rooted in the traditions of the Indo-Pakistani subcontinent. "Khawab Sarab" is a wonderful representation of this cultural heritage, and Anees Ishfaq's writing brings the beauty of Lakhnavi culture to life in a captivating way.*

*KEYWORDS: Novel ,Stylistic , plot, theories, creative, historic, Anees Ishfaq, Hadi Ruswa, Tradition, Background, Social, Myth,*

تہذیب کسی قوم کی اخلاقی اقدار، جمالیاتی معیار، تخلیقی ورثہ، روحانی واردات اور ثقافتی میلانات کے بہترین عناصر جب ایک کل کی صورت میں آنے والی نسلوں کو تواتر سے منتقل ہوتے ہیں تو تہذیب ہو گی اس ضمن میں بنیادی شرط یہ ہے کہ یہ عناصر متصادم اور متناقض ہونے کے بر عکس باہم آمیز ہوں یوں جو گسٹالٹ Gestalt بنے گا وہ تہذیب کے تشکیلی عناصر کا جوہر ہو گا اور اس پر کلچر کی اساس استوار ہوتی ہے تہذیب چاہے کتنی ہی ہمہ گیر ہو اور اس کا عوام سے کوئی رابطہ نہ ہو گا یہ عوام ہی ہیں جن کے قول و فعل کردار اعمال اور اسلوب حیات سے تہذیب کے توانا عناصر کا اثبات ہوتا ہے اور تہذیب کے مثبت اور منفی پہلو سامنے آتے ہیں۔

"لکھنؤ کا کلچر قوت کی پیدا کردہ شان و شوکت کے بر عکس انحطاط کی تہذیب کی دل کشی کا حاصل تھا" (۱)

تہذیب ایک کلی عمل کا نام ہے جو زندگی کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہے اس میں کسی قوم کے زندگی گزارنے کے طریقے، خشی اور غمی کے رسم و رواج، اخلاقی اور مذہبی عقائد سب چیزیں شامل ہیں مثلاً اسلامی تہذیب میں بچے کی پیدائش پر اس کے کان میں اذان دینا جہاں ایک طرف مذہبی فریضہ ہے وہیں تہذیب کا حصہ بھی ہے اسی طرح ہمارے کھانے پینے کی عادات بھی تہذیب میں شامل ہوتی ہیں جیسے بیٹھ کر کھانا، کھانا کھڑے ہو کر پانی نہ پینا، دائیں ہاتھ سے کھانا، اپنے کھانے کے برتن کو صاف کرنا یعنی کھانا پلیٹ میں نہ بچانا وغیرہ تہذیبی اقدار ہیں۔

جان ڈیوی تہذیب کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں

"اس میں شک نہیں کہ مسلسل خلاقانہ عمل تہذیب کی صورتوں کو نکھار دیتا ہے اور اس عمل کے زیر اثر کسی انسانی اجتماعی کی زبان، رسومات، لباس اور دوسری چیزوں میں نفاست پیدا ہو جاتی ہے ہر چیز میں رفعت اور کاریگری دکھائی دینے لگتی ہے تہذیب مسلسل ارتقاء کے ذریعے یہ مقام حاصل کرتی ہے" (۲)

اشخاص کی طرح بڑے شہروں کے بھی اپنے مخصوص مزاج ہوتے ہیں جن کی تشکیل میں صدیوں پر پھیلے ہوئے تاریخی، ثقافتی اور سماجی عوامل الگ الگ اپنا کردار ادا کرتے ہیں بالآخر بعض امتیازی خصائص ہی ان شہروں کی شناخت بنتے ہیں اور پھر یہی مختلف تہذیبی مظاہر میں منعکس ہوتے ہیں حیات انسانی کے مختلف مراحل کی طرح یہ شہر بھی عروج و زوال کی کئی منزلوں سے گزرتے ہیں لیکن اس کے باوجود صفحہ ہستی پر اپنی پہچان کے دیرپا اور انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ بلاشبہ ان کا شمار بلاد گزشتہ میں کیا جاتا ہے لیکن تہذیبی ارتقا کے تیز دھارے کی روانی میں ان کی سعی پیہم کو باآسانی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ برصغیر کے ایسے شہروں میں ایک شہر لکھنو بھی ہے۔

"لکھنو کلچر میں سمندر جیسی گہرائی نہ تھی اس لیے کلچر سے موتی اگلنے والے سب نہ مل سکتے تھے یہ بند معاشرے کے جوہر جیسا کلچر تھا سطح پر کنول کے دل بھا لینے والے پھول، کنارے پر خوش رنگ اور نازک بیلیں مگر سطح کے نیچے گدلا بلکہ گندا پانی یہ انحطاط کا کلچر تھا انحطاط کا کلچر ہمیشہ خوش رنگ ہوتا ہے مگر روح پرور مہک سے عاری ہوتا ہے خوشبو اڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا" (۳)

لکھنو کے ماضی، اس کی شان و شوکت اور تہذیب و تمدن کے بارے میں جتنی کتابیں لکھی گئی ان سب میں لکھنو کے کھانوں کی لزیز تفصیلات ضرور بیان کی گئی ہیں لکھنو کا کلچر صرف لذت کام و دہن تک ہی محدود رہا اور ساری نفاست اور ایجاد و اختراع کا اظہار محض خوراک تک محدود رہا یوں انہوں نے چٹخارے کے کلچر کو فروغ دیا۔

مرزا ہادی رسوا نے "امراؤ جان ادا" میں لکھنوی تہذیب کے رنگ کے انوکھے انداز میں بیان کیا ہے اس وقت لکھنو کی تہذیب اپنے انجام تک پہنچنے والی تھی نواب اور امیر اُمر رکھ رکھاؤ کرتے دکھائے دیتے تھے لیکن ان کے پاس اب ویسی شان و شوکت، حال و زر باقی نہ تھا لیکن پھر بھی اپنا بھرم بچانے کی سعی کرتے تھے اس وقت کے نواب اپنی ظاہر و صنع کو برقرار رکھنے میں اپنی ساری کوششوں کو بروئے کار لا رہے تھے لیکن پھر اپنی ساکھ کو نہ بچا سکے۔ ناول امراو جان ادا سے اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

"خانم: (نواب سے) "حضور کا مزاج کیسا ہے؟"

نواب (گردن جھکا کے) الحمد اللہ!

خانم:(نواب کو دوشالہ دکھاکے )دیکھئے یہ

دوشالہ کل بکنے کو آیا ہے۔سوداگر دو ہزار

کہتا ہے پندرہ سو تک لوگوں نے لگادیا ہے وہ نہیں دیتا۔میری نگاہ میں سترہ بلکہ اٹھارہ تک مہنگا نہیں ہے اگر حضور پرورش کریں تو بھلااس بڑھاپے میں آپ کی بدولت ایک دوشالہ اوڑھ لوں"

نواب خاموش بیٹھے رہے

خانم: "اوئی نواب صاحب، سخی سے سوم بھلا جو جلد دے جواب"۔

نواب:(آب دیدہ ہو کر)" خانم صاحب!

اس دوشالے کی کوئی اصل نہیں ہے مگر تم کو شاید میرا حال معلوم نہیں۔

خانم: "مجھ سے کسی نے بھی کچھ نہیں کہاو کیوں خیر تو ہے؟"

نواب: "اب ہم اس قابل نہیں رہے جو آپ کی فرمائشوں کو پورا کریں"

خانم: خیر میاں،اس لائق تو آپ نہیں رہے کہ ایک ادنی سی فرمائش پوری کریں پھر رنڈی کے مکان پر آنا کیا فرض تھا؟"

نواب۔ "واقعی مجھ سے بڑی غلطی ہوئی،اب انشاء اللہ نہ آؤں گا""؟(۴)

مندرجہ بالا پیرا گرام میں کسی خوبصورتی سے مسلم اشرافیہ کے سماجی اور اخلاقی صورت حال کے عکاسی کی گئی ہے ناول میں امیرن نامی لڑکی جو بعد میں طوائف "امراؤ جان ادا" کے نام سے مشہور ہوئی کی کہانی کے ذریعے لکھنو کے معاشرے کے مختلف پہلوؤں سے پردہ اٹھایا گیا اس معاشرے کی تہذیب کے بارے میں آگاہی دی ہادی رسوانے اپنی اصلاحی سوچ کی بناپراس ساری صورتحال کو اپنے ناول کا موضوع بنانے اور لکھنو کے تہذیبی اور تمدنی منظر نامے کو معتدل مزاج اور عقلیت پرست فنکار کی طرح پیش کیا ہے۔ناول نگار نے اس معاشرے کو زندہ رکھنے کے لیے جدید علوم سے بھرپور استفادہ واحد حل بیان کیا ہے۔

"امراؤ جان ادا" اپنے اندر لکھنو کے تعلقہ داروں طوائف کا حقیقی عکس سمیٹے ہوئے ہیں اور اس تہذیب کے ماضی اور حال کی خوبصورت اور مستند دستاویز ہے۔

"اس عمر میں اور ایسی حالت میں رنڈی نوکر رکھنا کیا ضرور تھا۔سنیے مرزا صاحب،اس زمانے کا فیشن ہی تھا۔کوئی امیر رئیس ایسا بھی ہو گا جس کے پاس رنڈی نہ ہو،نواب صاحب کی سرکار میں جہاں اور سامان شان و شوکت کے تھے،وہاں سلامتی منانے کے لیے جلوسیوں میں ایک رنڈی کا بھی مرسم تھا" (۵)

امراؤ جان کا موضوع زوال ہے یہ زوال ایک خاص معاشرت کا ہے جو اودھ کے چند شہروں خاص طور پر لکھنو میں محدود تھی۔

رسوااس معاشرت کی تصویر دکھانا چاہتے تھے ان کے ذہن میں اس کا ایک تصور بھی تھا۔ان کے چاروں طرف اس کا مواد بکھرا ہوا تھا اور یہ مواد آسانی سے گرفت میں لانا محال تھا ان میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ اسے براہ راست استعمال کر سکیں اور جہاں سے چاہیں بنتے چلے جائیں۔وہ ہر سچے فنکار کی طرح شرمیلے تھے اور انہیں یہ گوارانہ تھا کہ وہ ہر وقفہ کے بعد پکار کر کہیں۔

"تمہیں مجھ پر یقین رکھنا چاہیے۔میں تمہیں جو کچھ دکھارہا ہوں وہ ایسا ہی ہے۔میں سب کچھ جانتا ہوں"

بقول سید وقار عظیم۔۔۔

"رسوانے امراؤ جان ادا لکھ کر پہلی مرتبہ لکھنے والوں کو یہ سبق دیا کہ زندگی کے سیدھے سادے معمولی اور بظاہر غیر اہم مشاہدات کے پیچھے تہذیب،معاشرت سیاست،معیشت،اخلاق اور بعض اوقات تاریخ کے حقائق پوشیدہ و پنہاں ہوتے ہیں" (۶)

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

مرزا رسوا نے شعور اور لاشعور کے ذریعے انسانی نفسیات کو اجاگر کیا مرزا رسوا نے طوائف کے کوٹھے کو لکھنو کی تہذیب کی علامت کے کوٹھے کو لکھنو کی تہذیب کی علامت بنا کر پیش کیا ہے مرزا رسوا نے ناول کے ذریعے باثروت طبقے کے مظاہم منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے ناول میں معاشرتی اور اخلاقی مسائل کی بے رحم عکاسی کی گئی ہے ماں اور طوائف عورت کے دو متضاد مگر باہم لازم و ملزوم رخ ہیں عورت کے اس اندرونی دورخے رویے پر ممتاز شیریں لکھتی ہیں

"عورت کی فطرت میں یہ دونوں پہلو ساتھ ساتھ موجود ہیں مادرانہ اور نفسیاتی عورت ماں ہے یا طوائف سوال ان دو عناصر میں تناسب کا ہے حد سے بڑھی ہوئی نفسیات عورت کو طوائف کی طرف لے جاتی ہے ورنہ وہ ہوتی ماں ہی ہے" (۷)

رسوا کا موضوع لکھنو کے آخری دور کی تہذیب و معاشرت کی عکاسی کرتا ہے طوائف و سیلے سے اپنوں نے کوٹھے کے محوود ماحول کے ذریعے ایک ایسی زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے جہاں معاشرتی حقیقتوں کی جھلکیوں کے ساتھ ساتھ زندگی کی کڑواہٹ رومان اور دردناک کے پہلو بھی ہیں ناول میں رسوا نے دو زمانوں کو دکھانے کی کوشش کی ہے ایک نوابی عہد زوال اور دوسرا ۱۸۵۷ء کے بعد کا لکھنو۔

اس دور کے انسانی اعمال چند لمحوں کی پابندی تک محدود تھے عورتیں رسمیں اس طرح مناتی تھیں گویا رسم زندگی کا آخری سانس ہے پیدائش سے لے کر موت تک اور موت کے بعد ہزاروں رسمیں منائی جاتی ہیں۔ چاہے سالگرہ کا جشن ہو محرم کے مہینے کی رسومات ہوں یا کسی وفات کا واقعہ ہو تمام رسومات عقیدت و احترام سے منائی جاتی تھیں۔

"شعبان کا مہینہ تھا سنہ یاد نہیں ساون لگ چکا تھا نواب سلطان کی پوتی کی سالگرہ کا جشن تھا ایک روز نواب کے منشی سر شام آئے بولے ایک ہفتے بعد نواب خورشید بہادر کی بیٹی کی پہلی سالگرہ ہے مجرا آپ ہی کے نام پر طے پایا ہے" (۸)

"ہم سبیلہ کے گھر پہنچے تو شمیلہ خانم واقعی امام باڑے کے سامنے بیٹھی تھیں۔ سبیلہ نے انہیں پہلی مجلس سے لے کر مہندی کے اٹھنے تک کا حال بتایا۔ پھر مہندی کا جو سامان خریدا تھا اسے امام باڑے میں رکھا اور اس کے چاروں طرف شمعیں روشن کیں پھر وہ اپنے کمرے میں گئیں اور وہاں سے ایک سبز کرتہ اور سبز ٹوپی لا کر مجھ سے کہا: اسے پہنیے"(۹)

"دن بھر کی مجلس کرنے کے بعد جب ہم سبیلہ کے گھر پہنچے تو شمیلہ خانم وہ ساری چیزیں تیار کر چکی تھیں جن پر آج نذر دی جانا تھی پھر شمع دان میں شمعیں روشن کیں اور کل ہی کی طرح مجھے امام باڑے کے سامنے کھڑا کر کے میرے سر پر ہرا صافہ باندھا پھر کمر کے گرد باندھنے کے لیے ایک لال لنگی دی پھر میرے کاندھے پر ایک سوکھی ہوئی مشک باندھی اور میرے ہاتھ میں دودھ کی کٹوری دے کر نوحہ پڑھنا شروع کیا" (۱۰)

لکھنو معاشرے میں رسموں کو بہت اہمیت حاصل رہی بیشتر رسموں میں مجرا ایک ضروری جزو کی حیثیت رکھتا تھا اس لیے طوائفیں اور ڈومنیاں شریف خواتین کی محفلوں کی جان اور ایمان بن گئی تھیں عزاداری جو ایک مذہبی فریضہ تھا اور جس میں درجہ سنجیدگی اور متانت واجب تھی اس میں بھی طوائفوں نے سوز خوانی کے کمال سے فائدہ اٹھا کر دخل حاصل کر لیا تھا اور اس طرح دنیا ہی نہیں آخرت بھی ان کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔

"خواب سراب" انہیں اشفاق کا ناول ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا یہ "امراؤ جان ادا" کی توسیع میں لکھا گیا یہ ناول لکھنوی معاشرت کی نمائندگی کرتا ہے لکھنو کا پورا معاشرہ عورت کے گرد گھوم رہا ہے وہ عورت کبھی جہاں دار بیگم جو ناول کا ایک اہم کردار ہے کبھی طوائف یا طوائف کی بیٹی ہے انہیں اشفاق نے اپنی ترقی پسندانہ سوچ کی بنا پر اس ساری صورت حال کو اپنے ناول کا موضوع بنایا اور لکھنو کے تہذیبی اور تمدنی منظر نامے کو معتدل مزاج اور عقلیت پرست فنکار کی طرح پیش کیا ہے۔

"خواب سراب" میں لکھنو تہذیب کے نمایاں خدوخال مثلاً محرم سے متعلق رسومات، توہم پرستی، عورتوں کی جاہلیت جاگیردارانہ نظام کی معاشی کمزوریاں اور مہمان نواز، رواداری، اعلیٰ ظرفی اور مذہبی یگانگت ساتھ ساتھ بیان ہوئی ہیں لکھنوی تہذیب و معاشرت کو زندہ رکھنے کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

لیے جدید علوم سے بھرپور استفادہ واحد حل بیان کیا ہے ناول اپنے اندر لکھنو کے تعلقہ داروں اور اشراف کی زندگی کے خفی اور جلی پہلوؤں کا حقیقی عکس سمیٹے ہوئے ہے اور اس تہذیب کے ماضی اور حال کی خوبصورت اور مستند دستاویز ہے انہیں اشفاق نے ناول کے ابتدا میں خود لکھا ہے:

"یہ ناول رجب علی بیگ سرور مہذب لکھنوی، نیر مسعود، انو بھو تیواری، تاج آرا بیگم، ہادی رسوا اور بادشاہ خاتون کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے" (۱۱)

انیس اشفاق نے "خواب سراب" میں لکھنو کے تعلقہ دار اور اشرافیہ کے ساتھ شاہی دور، نوآبادتی دور اور آزادی کے بعد کے لکھنو کے نچلے طبقہ کی عکاسی ہے اس ناول کے موضوعات میں بڑا تنوع ہے روحانی آشوب تنہائی، موت، فلسفہ، تاریخ، نثریات، فنون لطیفہ، ثقافت، روح عصر کی ترجمانی، لکھنوی تہذیب پامال ہوتی اقدار کا نوحہ، سماجی المیہ، بے ساختگی اور شگفتگی سوانح عنصر اور سماجی شعور "خواب سراب" کی نمایاں خوبیاں ہیں۔

اس ناول میں امراؤ جان ادا کے ہاں اولاد کا ہونا دکھایا ہے اور ناول کے کردار کو ہادی رسوا کے اس ناول کی تلاش ہے جس کا مسودہ الگ رکھ دیا تھا کہ اولاد کے ہونے کے بعد ناول "امراؤ جان ادا" کو وہ مقبولیت نہیں ملے گی جس کے ہادی رسوا خواں تھے "خواب سراب"، لکھنو کی زوال پذیر تہذیب کی عکاسی کرتا ہے مصنف کا اسلوب بہت عام فہم مگر دل کش ہے انیس اشفاق نے علامتی اور تجریدی اسلوب نگارش کی بجائے سادگی کی راہ اختیار کی۔

ناول کا آغاز حال کے واقع سے کرتے ہوئے اچانک اس کا رخ ماضی کی طرف موڑ دیا ہے ناول کا آغاز کچھ اس طرح ہوتا ہے۔

"بہت پہلے میں بہت چھوٹا تھا اور ماں انگلی پکڑ کر مجھے اپنے ملنے والوں کے یہاں لے جایا کرتی تھی اور ان کے ساتھ بیٹھ کر دیر دیر تک باتیں کیا کرتی تھی تب کچھ بڑی بوڑھیوں کی زبانی امراؤ جان کا نام میں نے پہلی بار سنا تھا کہ امراؤ جان کا واقعہ لکھنے کے بعد رسوا نے بہت سے لوگوں کو بتایا تھا کہ انہوں نے وہی لکھا ہے جو دیکھا اور قصے میں جو کچھ بڑھایا وہ قصے کو بڑھانے کے لیے ضروری تھا" (۱۲)

انیس اشفاق نے لکھنو کی تہذیب و ثقافت کے بارے میں خوشنما رنگ کے پھول "خواب سراب" میں سجائے زیادہ تر محرم میں عریضہ لگتا اور کربلا تعزیے کے جلوس کو زیادہ بیان کیا ہے انیس اشفاق لکھتے ہیں کہ:

"کربلائیں، درگاہیں، امام باڑے، باغ روضے، سیرگاہیں اور محل سرائیں میں انہی میں زندہ ہوں اور میرا نام لکھنو ہے" (۱۳)

لکھنوی تہذیب میں عورت کے شب وروز کی بہترین عکاسی ہادی رسوا نے کی ہے وہ معزز عورت کی بجائے ایک طوائف کا روپ پیش کرنے میں زیادہ کامیاب رہے ہیں، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے دور میں گھریلو عورت کے جہل اور بد اخلاقی کا فائدہ ایک طوائف کس طرح اٹھاتی ہے اور مرد کو گھر سے کوٹھے تک پہنچانے میں یہ پردہ نشین بیبیاں انجانے میں کس طرح طوائف کی مددگار ثابت ہوتی ہیں انیس اشفاق نے "امراؤ جان ادا" ناول کی اسی کہانی کو آگے بڑھاتے ہوئے ناول "خواب سراب" میں امراؤ کی بیٹی شمیلہ خانم کو طوائف اور ایک ماں کے روپ میں دکھایا اس کے علاوہ اس عہد کی باقی طوائفیں جو اُن سے وابستہ تھیں کہانی کو بیان کیا ہے۔

اس پورے ناول میں جو اہم اور جاندار کردار ہیں وہ نسوانی ہیں کیونکہ اس وقت کا لکھنو عورت کے وجود کو مرکزی حیثیت دیتا تھا عورت لکھنوی تہذیب کی نمائندگی کرتی ہے اور ساری معاشرت اس کے وجود کے گرد گردش کرتی نظر آتی ہے دونوں ناول لکھنو کی ثقافت اور معاشرت سے جوڑے ہوئے ہیں "خواب سراب" نہ صرف ناول کا عنوان ہے بلکہ علامتی طور پر اس لکھنوی تہذیب کے گرد حد بندی ہے اور علامت ہے یقیناً وہ خواب جو جہاندار بیگم دیکھتی ہے وہ ادھورا رہ جاتا ہے میرے تبصرے کا اختتام اس شعر سے ہوتا ہے۔

مرنے کے دن قریب ہیں شاید کہ اے حیات
تجھ سے طبیعت اپنی بہت سیر ہو گئی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حوالہ جات


۱۔ عبدالحلیم شرر ''گزشتہ لکھنو'' مرتب محمد اکرام چغتائی لاہور، شنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص۲۹

۲۔ جان ڈیوی، بحوالہ کلثوم نواز، ''رجب علی بیگ کا تہذیبی شعور''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، طبع اول، ص ۱۵

۳۔ ایضاً، ص ۳۴

۴۔ مرزا محمد ہادی رسوا، ''امراؤ جان ادا'' مرتبہ، ڈاکٹر شازیہ عنبرین، لاہور، بیکن بکس ملتان، ۲۰۱۱ء، ص ۱۷۵- ۱۷۷

۵۔ ایضاً، ص ۱۶۶

۶۔ وقار عظیم، سید، داستان سے افسانے تک، کراچی، اردو، اکیڈمی سندھ، ۱۹۲۲ء

۷۔ ممتاز شیریں، ''منٹو نوری نہ ناری''، مرتبہ، آصف فرخی کراچی، مکتبہ اسلوب ۱۹۸۵ء، اشاعت اول، ص ۹۰

۸۔ انیس اشفاق، ''خواب سراب''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء، ص ۳۴۵

۹۔ ایضاً، ص ۳۸۰

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۸۱

۱۱۔ ایضاً، ص ۹۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۹

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۷